

تفہیم القرآن

الطارق

نام | پہلی ہی آیت کے لفظ الطارق کو اس کا نام قرار دیا گیا ہے۔

زمانہ نزول | اس کے مضمون کا انداز بیان نہایت عظیم کی ابتدائی سورتوں سے ملتا جلتا ہے، مگر یہ اس زمانے کی نازل شدہ ہے جب کفار مکہ قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو ترک دینے کے لیے ہر طرح کی چالیں چل رہے تھے۔

موضوع اور مضمون | اس میں دو مضمون بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ انسان کو مرنے کے بعد خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ دوسرے یہ کہ قرآن ایک قول فیصل ہے جسے کفار کی کوئی چال اور تدبیر ترک نہیں دے سکتی۔

سب سے پہلے آسمان کے تاروں کو اس بات کی شہادت میں پیش کیا گیا ہے کہ کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ایک ہستی کی نگہبانی کے بغیر اپنی جگہ قائم اور باقی رہ سکتی ہو۔ پھر انسان کو خود اس کی اپنی ذات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ کس طرح نطفے کی ایک بوند سے اُس کو وجود میں لایا گیا اور جتنی جاگتا انسان بنا دیا گیا۔ اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ جو خدا اس طرح اُسے وجود میں لایا ہے وہ یقیناً اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اور یہ دوبارہ پیدا کرنا اس غرض کے لیے ہوگی کہ انسان کے اُن تمام رازوں کی جانچ پڑتال کی جائے جن پر دنیا میں پردہ پڑا رہ گیا تھا۔ اُس وقت اپنے اعمال کے نتائج بھگتنے سے انسان نہ اپنے بل بوتے پر بچ سکے گا اور نہ کوئی اس کی مدد کو اُسکے گا۔

خاتمہ کلام پر ارشاد ہوا ہے کہ جس طرح آسمان سے بارش کا برسنا اور زمین و خوں

اور فصلوں کا اگنا کوئی کھیل نہیں بلکہ ایک منجملہ کام ہے، اسی طرح قرآن میں جو حقائق

بیان کیسے کئے ہیں وہ بھی کوئی سنسی مذاق نہیں ہیں بلکہ نچتہ اور اٹل باتیں ہیں۔ کتنا اس غلط فہمی میں ہیں کہ ان کی چالیں اس قرآن کی دعوت کو زک دے دیں گی، مگر انہیں خبر نہیں ہے کہ اللہ بھی ایک تدبیر میں لگا ہوا ہے اور اس کی تدبیر کے آگے کفار کی چالیں سب دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ پھر ایک فقرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی اور درپردہ کفار کو یہ جھکی دے کہ بات ختم کر دی گئی ہے کہ آپ ذرا سبر سے کام لیں اور کچھ مدت کفار کو اپنی سی کر لینے دیں۔ زیادہ دیر نہ گزرے گی کہ انہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ ان کی چالیں قرآن کو زک دیتی ہیں یا قرآن اُسی جگہ غالب آکر رہتا ہے جہاں یہ اُسے زک دیتے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی۔ اور غم کیا جانو کہ وہ رات کو نمودار ہونے والا کیا ہے؟ چمکتا ہوا تارا۔ کوئی جان ایسی نہیں ہے جس کے اوپر کوئی نگہبان نہ ہو۔ پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک اُچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے

لے نگہبان سے مراد خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو زمین و آسمان کی ہر چھوٹی بڑی مخلوق کی دیکھ بھال اور خلعت کر رہی ہے جس کے وجود میں لانے سے ہر شے وجود میں آتی ہے، جس کے باقی رکھنے سے ہر شے باقی ہے، جس کے سنبھالنے سے ہر شے اپنی جگہ سنبھلی ہوئی ہے، اور جس نے ہر چیز کو اس کی ضروریات بہم پہنچانے اور اُسے ایک مدت مقررہ تک آفات سے بچانے کا ذمہ لے رکھا ہے۔ اس بات پر آسمان کی اور رات کی تاریکی میں نمودار ہونے والے ہزارے اور ہزارے کی قسم کھائی گئی ہے (النجم الثاقب کا لفظ اگرچہ لغت کے اعتبار سے واحد ہے لیکن مراد اُس سے ایک ہی تارا نہیں بلکہ تاروں کی جنس ہے، یہ قسم اس معنی میں ہے کہ رات کو آسمان میں یہ بے حد و حساب تارے اور تیارے جو چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں ان میں سے ہر ایک کا وجود اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ کوئی ہے جس نے اُسے بنایا ہے، روشن کیا ہے، فضا میں معلق رکھ چھوڑا ہے، اور اس طرح اس کی حفاظت و نگہبانی کر رہا ہے کہ نہ وہ اپنے مقام سے گرتا ہے، نہ بے شمار تاروں کی گردش کے دوران میں وہ کسی سے ٹکراتا ہے اور نہ کوئی دوسرا تارا اس سے ٹکراتا ہے۔

علم عالم بالا کی طرف توجہ دلانے کے بعد اب انسان کو دعوت دی جا رہی ہے کہ وہ خود ذرا اپنی ہستی

کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے یقیناً وہ (خاتی) اُسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے جس روز ہی پر غور کرے کہ وہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے۔ کون ہے جو باپ کے جسم سے خارج ہونے والے اربوں جراثیموں میں سے ایک جراثیم اور ماں کے اندر سے نکلنے والے بکثرت بیضوں میں سے ایک بیضے کا انتخاب کر کے دونوں کو کسی وقت جوڑ دیتا ہے اور اس سے ایک خاص انسان کا استقرارِ حمل واقع ہو جاتا ہے؟ پھر کون ہے جو استقرارِ حمل کے بعد سے ماں کے پیٹ میں درجہ بدرجہ اُسے نشوونما دے کر اسے اس حد کو پہنچاتا ہے کہ وہ ایک زندہ بچے کی شکل میں پیدا ہو؟ پھر کون ہے جو رحمِ مادر ہی میں اس کے جسم کی ساخت اور اس کی جسمانی و ذہنی صلاحیتوں کا تناسب قائم کرتا ہے؟ پھر کون ہے جو پیدائش سے لے کر موت کے وقت تک اس کی مسلسل نگہبانی کرتا رہتا ہے؟ اسے بیماریوں سے بچاتا ہے۔ حادثات سے بچاتا ہے۔ طرح طرح کی آفات سے بچاتا ہے۔ اس کے لیے زندگی کے اتنے ذرائع بہم پہنچاتا ہے جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے لیے ہر قدم پر دنیا میں باقی رہنے کے وہ مواقع فراہم کرتا ہے جن میں سے اکثر کا اُسے شوق تک نہیں ہونا کجا کہ وہ انہیں خود فراہم کرنے پر قادر ہو۔ کیا یہ سب کچھ ایک خدا کی تدبیر اور نگرانی کے بغیر ہو رہا ہے؟

۳۔ اصل میں صلب اور زرائع کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں صلب ریڑھ کی ہڈی کو کہتے ہیں، اور زرائع کے معنی ہیں سینے کی ہڈیاں یعنی پیدیاں۔ چونکہ عورت اور مرد دونوں کے مادہ تولید انسان کے اُس دھڑ سے خارج ہوتے ہیں جو صلب اور سینے کے درمیان واقع ہے، اس لیے فرمایا گیا کہ انسان اُس پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔ یہ مادہ اُس صورت میں بھی پیدا ہوتا ہے جبکہ ماخذ اور پاؤں کٹ جائیں، اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ انسان کے پورے جسم سے خارج ہوتا ہے۔ درحقیقت جسم کے اعضاء و اعضاء اس کے ماخذ ہیں، اور وہ سب آدمی کے دھڑ میں واقع ہیں۔ دماغ کا الگ ذکر اس لیے نہیں کیا گیا کہ صلب کا وہ حصہ ہے جس کی بدولت ہی جسم کے ساتھ دماغ کا تعلق قائم ہوتا ہے۔

۴۔ یعنی جس طرح وہ انسان کو وجود میں لاتا ہے اور استقرارِ حمل کے وقت سے مرتے دم تک اس کی نگہبانی کرتا ہے، یہی اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ وہ اُسے موت کے بعد بٹا کر پھر وجود میں لا سکتا ہے۔ اگر وہ پہلی چیز پر قادر تھا اور اُسی قدرت کی بدولت انسان دنیا میں زندہ موجود ہے، تو آخر کیا معقول دلیل یہ گمان کرنے کے لیے پیش کی جاسکتی ہے کہ دوسری چیز پر وہ قادر نہیں ہے۔ اس قدرت کا انکار کرنے کے لیے آدمی کو سرے سے اس بات ہی کا انکار کرنا ہو گا کہ خدا اُسے وجود میں لایا ہے، اور جو شخص اس کا انکار کرے اُس سے

پوشیدہ اسرار کی جانچ پڑتال ہوگی اُس وقت انسان کے پاس نہ خود اپنا کوئی زور ہوگا اور نہ کوئی اس کی مدد کرنے والا ہوگا۔ قسم ہے بارش برسانے والے آسمان کی اور دنیا مات گئے وقت، پھٹ جانے والی زمین کی، یہ ایک چچی ٹلی بات ہے، ہنسی مذاق نہیں ہے۔ یہ لوگ کچھ چالیں چل رہے ہیں اور میں بھی کچھ بعید نہیں کہ ایک روز اُس کے دماغ کی خرابی اُس سے یہ دعویٰ بھی کرا دے کہ دنیا کی تمام کتابیں ایک حادثہ کے طور پر چھپ گئی ہیں، دنیا کے تمام شہر ایک حادثہ کے طور پر بن گئے ہیں، اور زمین پر کوئی اتفاقی حادثہ ایسا ہو گیا تھا جس سے تمام کارخانے بن کر خود بخود جلنے لگے حقیقت یہ ہے کہ انسان کی تخلیق اور اس کے جسم کی بناؤ اور اس کے اندر کام کرنے والی قوتوں اور صلاحیتوں کا پیدا ہونا اور اس کا ایک زندہ ہستی کی حیثیت سے باقی رہنا ان تمام کاموں سے بدرجہا زیادہ پیچیدہ عمل ہے جو انسان کے ہاتھوں دنیا میں ہوتے اور ہورہے ہیں۔ اتنا بڑا پیچیدہ عمل اس حکمت اور نصاب اور تنظیم کے ساتھ اگر اتفاقی حادثہ کے طور پر ہو سکتا ہو تو پھر کونسی چیز ہے جسے ایک دماغی مریض حادثہ نہ کہہ سکے؟

شہ پوشیدہ اسرار سے مراد ہر شخص کے وہ اعمال بھی ہیں جو دنیا میں ایک راز بن کر رہ گئے، اور وہ معاملات بھی ہیں جو اپنی ظاہری صورت میں تو دنیا کے سامنے آتے مگر ان کے پیچھے جو مقصدیں اور اغراض اور خواہشات کام کر رہی تھیں، اور ان کے جو باطنی محرکات تھے ان کا حال لوگوں سے چھپا رہ گیا قیامت کے روز یہ سب کچھ کھل کر سامنے آجائے گا اور جانچ پڑتال صرف اسی بات کی نہیں ہوگی کہ کس شخص نے کیا کچھ کیا، بلکہ اس بات کی بھی ہوگی کہ کس وجہ سے کیا، کس غرض اور کس نیت اور کس مقصد سے کیا۔ اسی طرح یہ بات بھی ساری دنیا سے، حتیٰ کہ خود ایک فعل کرنے والے انسان سے بھی غفی رہ گئی ہے کہ جو فعل اُس نے کیا اُس کے کیا اثرات دنیا میں ہوئے، کہاں کہاں پہنچے، اور کتنی مدت تک چلتے رہے۔ یہ راز بھی قیامت ہی کے روز کھلے گا اور اس کی پوری جانچ پڑتال ہوگی کہ جو بیج کوئی شخص دنیا میں بو گیا تھا اس کی فصل کس کس شکل میں کب تک کتنی رہی اور کون کون اسے کاٹا رہا۔

۱۔ آسمان کے لیے ذات المہ جمع کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ رجب کے لغوی معنی تو پلٹنے کے ہیں مگر مجازاً عربی زبان میں یہ لفظ بارش کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، کیونکہ وہ بس ایک ہی دفعہ برس کر نہیں رہ جاتی بلکہ بار بار اپنے موسم میں اور کبھی خلافِ موسم پلٹ پلٹ کر آتی ہے اور وقتاً فوقتاً برستی رہتی ہے۔ ایک اور وجہ بارش کو رجب کہنے کی یہ بھی ہے کہ زمین کے سمندروں سے پانی بھاپ بن کر اٹھتا ہے اور پھر پلٹ کر زمین ہی پر

۱۷

ایک چال چل رہا ہوں۔^۹ پس چھوڑ دو اسے نبی، ان کافروں کو ایک ذرا کی ذرا ان کے حال پر چھوڑ دو۔^{۱۰}
برتا ہے۔

یعنی جس طرح آسمان سے بارشوں کا برسا اور زمین کاشتی ہو کر نباتات اپنے اندر سے اگلتا کوئی مذاق نہیں ہے بلکہ ایک سنجیدہ حقیقت ہے، اسی طرح قرآن جس چیز کی خبر دے رہا ہے کہ انسان کو بھپا اپنے خدا کی طرف پٹنا ہے، یہ بھی کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں ہے بلکہ ایک دو ٹوک بات ہے، ایک سنجیدہ حقیقت ہے، ایک اُل قول حق ہے جسے پورا ہو کر رہنا ہے۔

۱۱ یعنی یہ کفار اس قرآن کی دعوت کو شکست دینے کے لیے طرح طرح کی چالیں چل رہے ہیں اپنی بھینٹوں سے اس چراغ کو بجھانا چاہتے ہیں۔ ہر قسم کے شبہات لوگوں کے دلوں میں ڈال رہے ہیں۔ ایک سے ایک جھوٹا انعام تراش کر اس کے پیش کرنے والے نبی پر لگا رہے ہیں تاکہ دنیا میں اُس کی بات چلنے نہ پائے اور کفر و جاہلیت کی وہی تاریکی چھائی رہے جسے چھٹکنے کی وہ کوشش کر رہا ہے۔

۱۲ یعنی میں یہ تدبیر کر رہا ہوں کہ ان کی کوئی چال کامیاب نہ ہونے پائے، اور یہ آخر کار منہ کی کھاک رہیں، اور وہ نوکر پھیل کر رہے جسے یہ بھجانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

۱۳ یعنی انہیں ذرا مہلت دو کہ جو کچھ یہ کرنا چاہیں کہ بچیں۔ زیادہ مدت نہ گزرے گی کہ نتیجہ ان کے سامنے خود آجائے گا اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری تدبیر کے مقابلے میں ان کی چالیں کتنی کمزور ہیں۔